"ایشیا جاگ اٹھا": ایک مزاحمتی استعارہ

"Asia Jaag Utha": A Resistance Metaphor

ڈاکٹر رخسانہ بی بی [i] ڈاکٹر روبینہ یاسمین [ii] فوزیہ کوثر [iii]

Abstract:

"Asia Jaag Utha" is a long Poem by Ali Sardar Jafri. This poem was written against the operation in Asia. When Ali Sardar Jafari regained consciousness, Western imperialism began to persecute all the countries of Asia. That is why Sardar Jafari raised his voice against this oppression in the form of poetry. You have boldly instigated a revolution not only for Hindustan but for all the countries of Asia. It is a revolutionary poem covering the four thousand years history of Asia. Jaffery has expressed hatred of Western imperialism. Ali Sardar desperately wants the independence of Asia and frees the people of Asia from negligence.".

Keywords: *Consciousness, Western, Imperialism, Revolution, History, Ali Sardar Jafferi, Urdu Poetry.*

"ایشیا جاگ اٹھا" علی سردار جعفری کی ایک طویل نظم ہے۔ یہ نظم براعظم ایشیا کے آپریشن کے خلاف لکھی گئی۔ علی سردار جعفری نے مغربی سامراج کو ایشیا کے تمام ممالک کو ستاتے دیکھا۔ اسی لیے علی سردار جعفری نے شاعری میں اس ظلم کے خلاف آواز بلند کی۔ آپ نے نہ صرف ہندوستان بلکہ ایشیا کے تمام ممالک کے لیے ایک انقلاب کی ضرورت اور اہمیت پر زور دیا۔ یہ ایشیا کی چار ہزار سالہ تاریخ کا احاطہ کرنے والی ایک انقلابی نظم ہے جس میں جعفری نے مغربی سامراج سے نفرت کا اظہار کیا ہے۔ علی سردار شدت سے ایشیا کی آزادی چاہتے ہیں اور ایشیا کے لوگوں کو غفلت سے نجات دلانا چاہتے ہیں۔

کلیدی الفاظ: شعور ، مغربی ، سامراج ، انقلاب ، تاریخ ، علی سردار جعفری ، اردو شاعری ۔

"ایشیا جاگ اٹھا" علی سردار جعفری کی طویل یک کتابی نظم ہے۔ یک کتابی نظم سے مراد ایسی طویل نظم ہے جو ایک کتاب پر مشتمل ہو اور کسی خاص عنوان کے تحت کسی ایک ہی موضوع پر لکھی جائے۔ اس کتاب میں دوسری کوئی اور نظم شامل نہیں ہو گی۔ اگر کوئی دوسری نظم بھی اس کتاب میں شامل کر دی گئی تو پھر اس کتاب کو ہم یک کتابی نظم نہیں کہہ سکیں گے۔

یک کتابی نظم کی روایت بہت پرانی ہے۔ ہر زبان میں شاعری کو کلیات اور شعری مجموعوں اور دیوان میں یکجا کیا گیا ہے۔ لیکن یک کتابی نظم میں کسی خاص موضوع کے تحت ایک ہی عنوان کے تحت طویل

[i] اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج ویمن یونی ورسٹی، فیصل آباد (Corresponding Author)
[ii] اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج ویمن یونی ورسٹی، فیصل آباد
[iii] اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، گورنمنٹ اسلامیہ کالج برائے خواتین، فیصل آباد

نظم لکھی جاتی ہے۔ یہ نظم ایک کتاب پر مشتمل اور متوسط اور طویل طور پر اپنا وجود رکھتی ہیں اور خاص طور پر اس کو نظم میں گنا جاتا ہے۔ نظم کا ایک مرکزی خیال ہوتا ہے اس کو سامنے رکھ کے ہی نظم لکھی جاتی ہے۔ یک کتابی نظم میں شاعر کو اپنے موضوع پر لکھنے کا مکمل موقع ملتا ہے۔

"ایشیا جاگ اٹھا" کے شاعر علی سردار جعفری ۲۹ نومبر ۱۹۱۳ء میں اُترپردیش میں پیدا ہوئے اور یکم اگست ۲۰۰۰ء میں ممبئی میں وفات پا گئے۔ آپ اردو زبان کے نامور شاعر، ادیب اور نقاد تھے۔ ۱۹۹۷ میں آپ کو ہندوستان کے باوقار گیان پتھ ایوارڈ سے نوازا گیا۔ ۱۹۶۷ء میں آپ کو ہندوستانی حکومت کی جانب سے پدم شری کا لقب نوازا گیا۔ ۱۹۷۸ء میں پاکستانی حکومت کی طرف سے "اقبالیات" میں گولڈ میڈل بھی آپ نے حاصل کیا تھا۔ آپ نے ہندو پاک دوستی کے بہت سے نغمے بھی لکھے۔ علی سردار جعفری کو بچپن سے علمی و ادبی ماحول میسر آیا۔ دو سال کی عمر سے اپنی توتلی زبان میں تک بندی کرنے لگے تھے۔ ڈاکٹر شمیمہ رضوی کے بقول:

> ”بچپن ہی سے حدیث خوانی اور اہلِ بیت کی شان میں قصیدہ سرائی شروع کر دی تھی۔“ (۱)

علی سردار جعفری کی شاعری میں ترقی پسند تحریک کی گونج صاف سنائی دیتی ہے۔ ان کے ہاں سرمایہ دار اور تاجر کے مقابلہ میں مزدور، اور کسان کو زیادہ وقعت حاصل ہے۔ ان کا خیال ہے کہ انقلاب قلم سے نہیں بلکہ بندوق سے لایا جا سکتا ہے۔

سردار جعفری کا ایک مشہور شعر ہے:

میرے ہاتھ سے میرا قلم چھین لو
اور مجھے ایک بندوق دے دو

علی سردار جعفری نے اذان و اقامت کے بعد جو پہلے آواز سنی وہ میر انیس کے مرثیے تھے جن کو سننے سے آپ میں صداقت و جرأت پیدا ہوئی۔ ڈاکٹر شمیمہ رضوی لکھتی ہیں:

> ”اذان و اقامت کے بعد پہلی آواز علی سردار کے کانوں میں پڑی وہ تھی میر انیس کے مرثیے۔ امام حسین علیہ السلام کی عظیم شہادت اور ان کے جاں

نثاروں کی جرأت نے علی سردار کو بچپن ہی سے صداقت و جرأت کا سبق پڑھایا
اور حق و باطل کے فرق کو سمجھا دیا۔" (۲)

علی سردار جعفری نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے کردار سے متاثر ہو کر ظلم کے خلاف علمِ بغاوت بلند کیا اور انگریزوں کے ظلم و جبر کے خلاف آواز اٹھائی۔ انھوں نے بہت اذیتیں برداشت کیں۔ انھوں نے جن حالات میں ہوش سنبھالا، ان کے ارد گرد جاگیر دارانہ اور جابرانہ زندگی کا راج تھا۔ کسانوں پر بے پناہ ظلم کیا جاتا تھا۔ اس لیے انھوں نے سرمایہ دارانہ نظام کی مخالفت کی۔ پروفیسر علی احمد فاطمی "علی سردار جعفری حیات اور تخلیقی جہات" میں رقم طراز ہیں:

"سردار جعفری نے جس غلام عہد میں آنکھیں کھولیں، انقلاب کو بے حد
قریب سے دیکھا آہوں اور آنسوؤں کے ساتھ ساتھ زنجیروں اور قید خانوں کو
معشوق کی طرح گلے لگایا۔" (۳)

علی سردار جعفری نے شاعری میں پیکر تراشی کے لیے نئی تراکیب و اصطلاحات کا استعمال ہے تشبیہ و استعارہ اور امیجری کا ستعمال بھی نئے انداز میں کیا ہے۔ ڈاکٹر شیمہ کے بقول:

"پرانی تشبیہات و استعارے بلاشبہ کلاسیکی ادب کا بڑا خزانہ ہیں لیکن اس پر
قناعت کر لینا دانائی نہیں۔ بلا شبہ سردار جعفری نے بلا جھجک نئی تشبیہ و
استعارے استعمال کیے ہیں۔" (۴)

علی سردار جعفری، جو ابتدائی دور میں آزاد نظم کو اپنانے کے حامی نہیں تھے بعد کے زمانے میں انھوں نے اس فارم کو نہ صرف اپنایا بلکہ اپنی جمہور دوستی اور انقلابی فکر کے تحت بعض موضوعات کو آزاد نظم میں کامیابی سے برتا۔ مثال کے طور پر طویل تمثیلی نظم "نئی دنیا کو سلام"، "خواب"، "فریب"، "سیلاب چین"، "امن کا ستارہ"، "ایشیا جاگ اٹھا"، "بھوکی ماں"، "بھوکا بچہ"، "اودھ کی خاک حسیں" اور دوسری کئی نظمیں شامل ہیں۔ وحید اختر لکھتے ہیں کہ سردار کی نظمیں نہ ہوتیں تو آزادی کے بعد کی جدید نظم کو آج کی زبان میں بات کرنے کا سلیقہ نہ آتا۔

علی سردار جعفری کی بیش تر آزاد نظموں کا موضوع سیاست ہے۔ ان کے بیانیہ اسلوب میں بلند

آہنگی ضرور ہے لیکن نظموں میں جس امیجری سے شاعر نے کام لیا ہے اس میں تازگی اور دلکشی ہے۔اس کے علاوہ نظم کی فطری روانی اور آہنگ میں بھی کمی محسوس نہیں ہوتی۔ یورپ اور ایشیا کی متعدد زبانوں مثلاً انگریزی، فرانسیسی، روسی، ازبک، چینی، فارسی، ہندی، تیلگو، ملیالم وغیرہ میں ان کی تخلیقات کے تراجم ہوئے۔

علی سردار جعفری کے نزدیک پورا ایشیا تہذیبی اور تمدنی اعتبار سے ایک اکائی کی حیثیت رکھتا ہے، جو مغربی تہذیب سے بلند و بالا ہے۔ایشیا کی عظمت ان کے دل و دماغ پر حاوی تھی اسی لیے انھوں نے ۱۹۵۰ میں طویل نظم "ایشیا جاگ اٹھا" لکھی۔اس میں سردار جعفری نے ایشیا کا رجز پڑھا ہے رجز چوں کہ ان کے مزاج میں مرثیہ کے وسیلے سے آیا تھا،لہٰذا آزاد نظم کی ہیئت کے باوجود بھی اپنے اندر ایک دلکشی،ایک جھنکار ایک نغمہ رکھتی ہے۔ ویسے اس نظم کا ابتدائی اور اختتامی حصہ نظم پابند میں ہے۔چوں کہ یہ رجز شاعری ہے لہٰذا اس میں بلند آہنگی موجود ہے۔اس کو پڑھ کر محسوس ہوتا ہے کہ سردار جعفری کے ذہن پر مرثیے کے اثرات اب بھی موجود ہیں اور وہ لینن کے سائے میں آنے کے باوجود حسین ابن علی کو نہیں بھول پائے ہیں۔ سوویت یونین کے ترانے گانے کے باوجود کربلا کا رزمیہ اور رجز کا زمزمہ ان کے ذہن میں گونج رہا ہے اور وہیں سے انھیں یہ ترغیب ملی ہے ہندوستان کی مٹی سے جڑے رہنے کے سبب وہ اپنی دھرتی کی تاریخ بھی نہیں بھولتے۔ محمد ایوب واقف " علی سردار جعفری شخصیت اور شاعری" میں رقم طراز ہیں :

> "۱۹۵۰ء میں سردار جعفری ناسک کی سینٹرل جیل میں قید تھے۔ اس وقت ہندوستان کے آزادی کے حسین خواب کی تعبیر ہو چکی تھی۔ ہندوستان جمہوری ملک کی حیثیت سے اپنے حسین دور کا آغاز کر چکا تھا۔ لیکن ابھی براعظم ایشیا کے کئی دوسرے ممالک ارمغانِ حریت وآزادی سے محروم تھے۔ان ممالک کے عوام اب بھی سامراج کے پنجۂ اسفاک میں تحکم کے دن گزار رہے تھے۔ ان ایشیائی ممالک میں سامراج کے ننگے ناچ نے ہمارے وسیع الذہن اور وسیع القلب شاعر کو چین سے بیٹھنے نہ دیا۔اس نے شدت کے ساتھ یہ محسوس کر لیا کہ ہمارے ملک کی حیثیت اور ہار پورے ایشیا کی جیت اور ہار ہے۔اس لیے کہ یہ ایشیا کا ہی ایک حصہ ہے۔اور جب

تک پورا ایشیا سامراجی چالوں اور سرمایہ دارانہ لوٹ کھسوٹ سے آزاد نہیں ہو جاتا اس وقت تک ہمارا اپنا ملک آزاد اور خود مختار ہو کے بھی غلام ہے۔"(۵)

علی سردار جعفری کی نظم "ایشیا جاگ اٹھا" سچائی پر مبنی نظم ہے۔ یہ پہلی بار نعمانی پریس دہلی سے شائع ہوئی۔ یہ نظم ۴۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس نظم میں پورے ایشیا کی غلامی و آزادی کو موضوعِ کلام بنایا ہے۔ اور سامراج سے نفرت کا اظہار کیا ہے۔ علی سردار نے اپنی طویل نظم کو انتساب کرشن چندر کی کہانیوں کی حسین و جمیل کہانیوں کے نام کیا ہے۔ ان کہانیوں کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ ایشیا کی جنگِ آزادی کے خوبصورت ہتھیار ہیں۔ پھر ڈاکٹر علامہ محمد اقبال کی نظم زمانہ کے ان اشعار سے آغاز کرتے ہیں۔

جو تھا نہیں ہے، جو ہے نہ ہو گا
یہی ہے اک حرفِ محرمانہ
قریب تر ہے نُمود جس کی
اُسی کا مشتاق ہے زمانہ
جہانِ نَو ہو رہا ہے پیدا
وہ عالمِ پیر مر رہا ہے
جسے فرنگی مُقامِروں نے
بنا دیا ہے قِمار خانہ(۶)

علی سردار جعفری ایشیا کی آزادی کے شدت سے خواہاں تھے۔ ایشیا کے مظلوم انسانوں کو ظلم و ستم سے نجات دلانے کے لیے جوشِ خطابت سے بھرپور انقلابی نظم تحریر کی۔ یہ نظم انقلابی آہنگ میں ڈوبی ہوئی ہے۔ اس نظم کا لہجہ فکر و فلسفہ کا روپ اختیار کر لیتا ہے۔ نظم کا آغاز وہ ان الفاظ سے کرتے ہیں:

اب سے ہو گا ایشیا پر ایشیا والوں کا راج
دستِ محنت کو ملے گا دستِ محنت سے خراج
زندگی بدلی ہے بدلا ہے زمانے کا مزاج
چھوڑ دیں گے ہم یہ آنکھیں ہم کو مت آنکھیں دکھاؤ
ایشیا سے بھاگ جاؤ(۷)

علی سردار کی شاعری میں احتجاج کا رنگ نمایاں ہے۔ علی سردار جعفری بہت دلیری سے کہتے ہیں

کہ ہم بزم کے عادی رہے رزم کے نہیں۔ ہم فریاد کے عادی رہے للکار کے نہیں۔ ہم سرگوشی کے عادی رہے، پکار کے نہیں اس لیے ہماری شعریات ان سب سے نامانوس رہی اور غلط قسم کے فیصلے کرتی رہی۔ "ایشیا جاگ اٹھا" کے دیباچے میں کرشن چندر لکھتے ہیں :

> ''جیل میں رہ کر سردار نے اپنا اور سماجی حالات کا کڑی نگاہ سے سماجی تنقیدی تجزیہ کیا اور ایشیا کی خوبصورت سچائی ان پر موثر ہوئی اور انھوں نے اپنی طویل نظم "ایشیا جاگ اٹھا" لکھی جو بیک وقت رزمیہ بھی ہے اور غنائیہ بھی ہے اور غنائیہ بھی جس میں ایپک کی مثالیت اور غنائی سندر تا ہے۔'' (۸)

علی سردار جعفری براہ راست یورپ کو للکارتے ہیں کہ ایشیا سے بھاگ جاؤ۔ ہم بہت ظلم و ستم سہ چکے ہیں پہلے ہم مجبور تھے لیکن اب ہمارے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے۔ ہم مزید ظلم نہیں برداشت کریں گے بلکہ اینٹ کا جواب پتھر سے دیں گے۔ یہ نظم شاعر کی نظریاتی صلابت، جوشِ عقیدت اور یورپی نظام کے خلاف ایک آواز ہے۔ یہ نظم دنیا کے مظلوم و محکوم انسانوں سے ہمدردی اور گہری وابستگی کی علامت ہے۔ اس میں جذبہ و احساس کے رنگ بکھرے ہوئے نظر آتے ہیں۔ علی سردار جعفری کا خطیبانہ جوش دیکھیں :

ہم نے دیکھے ہیں بہت ظلم و ستم قہر و عتاب
نوچ لیں گے ہم تمھاری سلطنت کا آفتاب
ہم بھی دیں گے تم کو اب جوتے سے جوتے کا جواب
ہاں بڑے آئے کہیں کے لاٹ صاحب جاؤ جاؤ
ایشیا سے بھاگ جاؤ (۹)

اس نظم کے ہر شعر میں بغاوت جھلکتی ہے۔ ان اشعار کا ایک ایک لفظ احتجاجی نعرہ ہے۔ جیسا کہ آپ نے لکھا ہے کہ ہم مزید ظلم و ستم اور غلامی نہیں برداشت کریں گے اب ہم تمھیں آقا نہیں مانتے اس لیے ہم تمھاری تعظیم میں جھک کے سلام بھی نہیں کریں گے اور جوتے کا جواب جوتے سے دیں گے۔ ہم تمھاری سلطنت کے آفتاب کو نوچ لیں گے۔ محمد حسین پرکار لکھتے ہیں :

> ''حرفِ اول کے یہ اشعار یقیناً شاعر کے ذہنی تناؤ اور گرد و پیش کا ردِ عمل معلوم ہوتے ہیں، نہ کہ ایک مشاق شاعر کے قلم سے نکلے ہوئے پُرسوز و تحریک پسند اشعار۔'' (۱۰)

علی سردار جعفری ایشیا کی مجبوری اور محکومی پر نالاں ہیں اور مزید ایشیا کو محکوم و مجبور نہیں دیکھنا چاہتے۔ وہ لکھتے ہیں کہ اب حسن و لطافت کی شاہکار زمیں پر مزید تمھارے قدم برداشت نہیں کر سکتے ہیں۔ ایشیا کی ناؤ کی پتوار ماؤ(استالن کا بھائی اور لینن اعظم کا لال) کے ہاتھ میں ہے۔ اب ایشیا کے لوگ نہ تو تمھارے ڈالر سے مرعوب ہوتے ہیں اور نہ ہی توپوں اور ٹینکوں سے خوفزدہ ہیں۔ آج ایشیا کے لوگ نہ تو ہائیڈروجن بم اور نہ ایٹم بم سے ڈرتے ہیں۔ تم نے غداروں اور مکاروں کو حکومت کی لگام سونپ رکھی ہے۔ آج چین کی فوج کی شان ہی کچھ اور ہے اور ویت نام کی فوج کا ایسا رعب و دبدبہ ہے کہ جب وہ چلتے ہیں تو ایسے لگتا ہے کہ جیسے پہاڑ چلتے ہیں۔ ملایا کے دلیر اور برما کے شیر اپنی دلیری دکھا رہے ہیں۔ ہندو پاک اب جاگ چکے ہیں۔ خاکِ ایران سے دبی چنگاریاں سلگنے لگی ہیں اور مصر و ترکی اور شام و لبنان کے سپوتوں کے ابرو کا کھنچاؤ وقت کی تلوار کا خم بن گیا ہے۔ اس دھرتی کا چپہ چپہ اب دشمن کو اسیر کرنے کے لیے متحد ہو گیا ہے۔

اس میں ایشیا کے ممالک کو غلامی سے نجات دلانے کی ترغیب دی گئی ہے۔ اس نظم کا ایک ایک بند اور ایک ایک شعر گواہی دیتا ہے کہ تحریکِ آزادی کا حصہ بنو۔ جیسا کہ سردار جعفری "ایشیا سے بھاگ جاؤ" کے عنوان سے لکھتے ہیں:

یہ کمینے، ملک کے غدّار، ڈالر کے غلام
جن کے منھ میں تم نے ڈالی ہے حکومت کی لگام
یہ بغل بچے، یہ مٹھو بھی نہیں آئیں گے کام
یہ تو ہیں بھاڑے کے ٹٹوان پہ مت بازی لگاؤ(")

علی سردار جعفری کا لہجہ خطیبانہ ہے اور وہ مغربی سامراج کو للکارتے ہیں۔ ان کا ہر مصرعہ آزادی کے لیے ایک نعرہ ہے۔ ڈاکٹر سلطان احمد کے بقول:

> ”اس میں کوئی مبالغہ نہیں کہ سردار کا ذکر ترقی پسند تحریک کے بغیر اور ترقی پسند تحریک کا ذکر سردار کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتا۔ بقول کرشن چندر" علی سردار جعفری کسی ایک شخص کا نام نہیں بلکہ پوری تحریک کا نام ہے" سردار ترقی پسندوں کے قافلہ سالار تھے۔“ (۲)

انھوں نے لوگوں کو شدت سے احساس دلانے کی کوشش کی ہے کہ وہ اب کسی طاقت سے خوف نہیں کھانے والے ہیں۔ اور اب بلاخوف وخطر برطانوی سامراج کو کہتے ہیں کہ "ایشیا سے بھاگ جاؤ"۔ بقول شاعر:

آگ کا دریا ہے پورب کے سر چشموں کا تیل
بن گئی ہے آہنی زنجیر انگوروں کی بیل
شہ پہ شہ پڑتی ہے اب باقی کہاں ہے کوئی کھیل
پٹ چکے ہیں سارے مہرے شاہ فرزیں بھی اُٹھاؤ(۱۳)

ایشیا کی یہ جنگ آزادی مشرق و مغرب کا رنگ بدل ڈالے گی۔ کیوں کہ ایشیا اپنی آزادی کی جنگ لڑنے کو تیار ہے۔ اس لیے اب سامراجی حکومت کو چاہیے کہ وہ ایشیا سے بھاگ جائے۔ یہ نظم ایشیا کی چار ہزار سالہ تاریخ اور تہذیب و تمدن کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ یہ سرزمین تہذیب و تمدن کا گہوارہ رہی ہے۔ بقول علی سردار جعفری:

یہ ایشیا کی زمین، تمدن کی کوکھ، تہذیب کا وطن ہے
یہیں پہ سورج نے آنکھ کھولی
یہیں پہ انسانیت کی پہلی سحر نے رُخ سے نقاب اُلٹی
یہیں سے اگلے یگوں کی شمعوں نے علم وحکمت کا نور پایا
ہماری تاریخ کی ہوائیں مسیح کے بول سن چکی ہیں
ہمارا سورج محمد مصطفیٰ ﷺ کے سر پر چمک چکا ہے(۱۴)

ایشیا کی سرزمین سے انسانیت کا درس اور علم و حکمت کا نور پھیلا۔ وید کے زمزمے، گوتم کا درسِ مساوات، مزوک کا عدل وانصاف اور محبت کے راگ سب اسی زمین کی دین ہیں۔ اسی سرزمین سے حضرت عیسیٰؑ کے بول سنے گئے۔ اس سرزمین پر پیارے آقا حضرت محمد ﷺ رحمت اللعالمین بن کر تشریف لائے اور جہالت کے اندھیروں سے اس خطے کو روشنی کی راہ پر گامزن کیا۔ دنیا کی بہترین تہذیب سے روشناس کروایا۔ یہ نظم ایشیا کے تہذیبی ورثہ کی مثالیں پیش کرتی ہے۔ کرشن چندر اس نظم کے بارے میں نظم کے آخر

میں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں:

"اس نظم میں چار ہزار سالہ تہذیب کی تصویر ہے یہاں کی غریبی چیتھڑے سے دکھائی دے رہی ہے اس کے عوام کی بغاوت کا بے پناہ جذبہ قومی اور ملی احساسات کو سموتا ہوا ایک طوفانی سمندر میں تبدیل ہو گیا ہے۔" (۱۵)

اس نظم میں ایشیا کی سرزمین کی زرخیزی کا ذکر کیا گیا ہے اور اس سرزمین پہ جنم لینے والی عظیم ہستیوں کو خراج تحسین ان الفاظ میں پیش کیا گیا ہے:

یہ خاک وہ خاک ہے کہ جس نے
سنہرے گیہوں کے موتیوں کو جنم دیا ہے
یہ خاک اتنی قدیم کہ جتنی قدیم انسان کی داستانیں
عظیم اتنی عظیم جتنی ہمالیہ کی بلندیاں ہیں
حسین اتنی حسین جتنی حسین اجنتا کی اپسرائیں
یہ اپنی ضیاضیوں میں دریائے نیل و گنگا سے کم نہیں ہے
یہ گود بچوں سے اور پھولوں اور پھلوں سے بھری ہوئی ہے (۱۶)

پھر حقیر کپلنگ اور ذلیل چرچل کو کوستے ہیں۔ ایشیا کی روایات کے خزانوں کا ذکر کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ بابل اور نینوا میں ان کے خزانے ملیں گے۔ اس سرزمین پر وید، انجیل اور قرآنِ پاک کے درس دیے گیے۔ فردوسی، سعدی، خیام حافظ والمیک، ٹیگور، تلسی، کبیر اور اقبال جیسے شاعروں نے جنم لیا۔ اس خطے پر کبھی سکندر، کبھی تیمور، کبھی چنگیز، کبھی مانچو اور کبھی ڈائر آئے مگر کوئی اس سرزمین کی خوبصورتی کو ختم نہ کر سکا۔ آج بھی ہمارے رستم اور ارجن زندہ ہیں۔ لیلیٰ، شیریں ہیر اور شکنتلا بھی اپنے ہونے کا احساس دلاتی ہیں۔ اور اس سرزمیں کے بہادروں کو پکارتے ہیں:

ہمارے رستم ہمارے ارجن مرے نہیں ہیں
وہ جنگلوں اور پہاڑوں میں زمیں کاشت کر رہے ہیں
ہمارے فرہاد اب بھی تیشے چلا رہے ہیں

جوان لیلیٰ، حسین شیریں، کنواری ہیر اب بھی گا رہی ہے
شکنتلائیں گھنیرے پیڑوں کے سبز سایوں میں ناچتی ہیں
ہم ایشیا کے عوام سورج کی طرح ڈوبے ہیں اور ابھرے ہیں
دکھوں میں اگنی میں تپ کے نکھرے
ہماری آنکھوں کے آگے سیاہ صدیوں کی سانس ٹوٹی
نہ جانے کتنے بلند پرچم
ہماری نظروں کے سامنے سرنگوں ہوئے ہیں
اُلٹتے دیکھے ہیں تخت ہم نے
اُجڑتے دیکھے ہیں تاج ہم نے
ہمارے سینے سے جانے کتنی رتھوں کے پہیے گزر چکے ہیں (۱۷)

علی سردار جعفری پُر امید شاعر ہیں۔ ان کو انسانی قدروں کے زوال و انحطاط کا بہت دکھ تھا اور انسانی قدروں کی پامالی انھیں سوگوار کر دیتی تھی۔ لیکن پھر بھی اقبال کی طرح وہ امید برقرار رکھتے ہیں۔ بقول عظیم اقبال:

> "اقبال کی طرح سردار جعفری بھی امید کے شاعر ہیں ان کی رجائیت ان کے ایمان کا درجہ رکھتی ہے۔ ان کے شعری آہنگ سے ان کی عزمِ محکم کی نشاندہی ہوتی ہے۔" (۱۸)

علی سردار جعفری نے شاعری کو آہِ سحر گاہی نہیں بنایا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ اقبال کے پیش کیے ہوئے اشعار سے سیکھتا ہوں اور دلیری سے لکھتا ہوں۔ آپ انسان کی عظمت کو سلام ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں:

> "میرے لیے زمین سے زیادہ حسین، انسان سے زیادہ پروقار اور مستقبل سے زیادہ تابناک کوئی چیز نہیں ہے۔ ادب اور آرٹ کی سب سے بڑی جمالیاتی قدریں انھیں سے پیدا ہوتی ہیں۔" (۱۹)

علی سردار جعفری نے احساس جگایا ہے کہ اس سرزمین پر ہوا پانی اور لوگ سب امر ہیں۔ اس دھرتی کی تہذیب زندہ اور زندہ رہے گی۔ مزید لکھتے ہیں کہ وادیٔ خیبر سے خوشحال خاں جیسا شاعر پیدا ہوا تھا جس نے شاعری کے ذریعے حق کی آواز بلند کی تھی۔ جب بھی کوئی حق کی آواز بلند کرے گا اس کا نام بھی لیا جائے گا۔ سہادری کے پہاڑی سلسلوں میں تیس صدیوں سے دلیروں نے مورچے بنا رکھے ہیں۔ سویت یونین نے سارے مشرق کو نجات کا راستہ دکھایا ہے۔ ایشیا کو بیدار کیا ہے اسی طرح صبح انقلاب کی امید میں لکھتے ہیں:

تمھاری "تہذیب" سڑ چکی ہے
تمھارا جھوٹا "تمدن" اپنے فریب میں دفن ہو چکا ہے
تمھاری "تہذیب" قتل و غارت کا ناچ کوڑوں کی راگنی ہے
تمھاری "تہذیب" بھوکے بچوں کی موت ماؤں کی خودکشی ہے
تمھاری "تہذیب" دستکاروں کے خون آلود ہاتھ ٹوٹے ہوئے انگوٹھے
تمھاری "تہذیب" دھوپ میں سوکھتی ہوئی ہڈیوں کے پربت
تمھاری "تہذیب" قصر پیکنگ کی جلی راکھ کا ہے غازہ
تمھاری "تہذیب" زہر و افیون کی تجارت
تمھاری "تہذیب" ایشیا کی زمیں پہ ننگی پڑی ہے (۲۰)

علی سردار جعفری کی نظم ایشیا کی سینکڑوں اور ہزاروں سال کی آزمائشوں بھری زندگی کا عکس پیش کرتی ہے۔ شاعر نے فرنگی تہذیب کی کے مکر و فریب سے پردہ فاش کرنے کی کوشش کی ہے اور مغربی سیاہ کاریوں کو بڑی جرات سے تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ مزدور، محکوم اور مظلوم طبقہ پر قوت آزمائی کرنے والوں کو للکارا ہے۔ علی سردار جعفری استحصالی قوتوں سے سمجھوتے کے خلاف ہیں۔ وہ کسی قیمت پر بھی دشمنوں سے مفاہمت نہیں کرنا چاہتے ہیں۔ شاعر یہ احساس دلاتے ہیں کہ سینکڑوں سالوں کی غلامی نے ہمیں لڑنا سکھا دیا ہے ہمارے اشک اب گولیوں میں بدل چکے ہیں۔ آپ نے مردہ دلوں کو زندگی کی تحریک دی۔

علی سردار جعفری نے جتنی خوبصورت مترنم، رواں آزاد نظمیں سردار جعفری نے کہی ہیں اس

جیسی نظم کم ہی ملتی ہے۔آپ کی نظموں میں رمزیت، علامت نگاری، استعارہ اور پیکر تراشی کے حسین مرقعے موجود ہیں۔ اس کی ایک خوبصورت مثال " ایشیا جاگ اٹھا" ہے۔ آپ نے لوگوں کا احساس دلایا کہ ایشیا کی زمین اب سونا اگل رہی ہے یہاں کی آب و ہوا ہمیشہ کی طرح آج بھی امر ہے۔آپ لکھتے ہیں :

زمین سونا اگل رہی ہے

فضائیں چاندی لُٹا رہی ہیں

ہواؤں میں ہن برس رہا ہے

سمندر اپنی تڑپتی موجوں کے جال میں مچھلیاں لیے ہیں

زمیں کہ سینے پہ پیڑ، پھل، پھول، تاج، گہرائیوں میں کانیں

سیاہ ہیرے، سیہ خزانے

ہر ایک پتھر کی رگ میں دوڑا ہوا ہے لوہا

ہر اک پرت کوئلے سے پر ہے (۲۱)

علی سردار جعفری کی شاعری امید کی شاعری ہے اور آپ کی شاعری نے ہمیشہ انسانوں کو عمل کے لیے متحرک کیا ہے۔ اس نظم میں شاعر نے ہر درد کا درماں ظلمت کدہ "ایشیا" کی شمع تابندہ اور راحت و عافیت کا سامان نوجوانوں ہی کو قرار دیا ہے۔ نوجوانوں کے کندھوں پر آزاد اور خود مختار ایشیا کی بنیاد رکھتے ہیں۔ انھوں نے ہر فرقہ کے لوگوں کو اپنے گروہ کا حصہ بنایا ہے۔ جن میں سفید، سیاہ، بھورے اور پیلے سب شامل ہیں۔ شاعر نے تمام انسانوں کو یکجا ہونے کی دعوت دی ہے کہ سیاہ، سفید، پیلے اور بھورے جو بھی اس دھرتی پہ بسنے والے ہو، سب ایک ہو جاؤ اور جان لو کہ جیت انسانیت کی ہو گی۔ اپنے ایشیا کو ان فرنگیوں سے بچالو۔ اپنے محنت کش ہاتھوں کو بیکار ہونے سے بچالو۔ ایشیا کی دولت اس کے محنت کش انسان ہیں۔ بقول شاعر :

مگر ہمارے وطن کی دولت

ندی کے پانی کی طرح بہتی

کسی بھیانک سیہ سمندر میں جا رہی ہے

اداس ہے ایشیا کا چہرہ

بدن ہے ننگا
سڑک پہ بچوں کی ننھی ننھی
ہتھیلیاں ٹھیکروں کی صورت پڑی ہوئی ہیں
ہزاروں بیکار ہاتھ شانوں پہ جھولتے ہیں (۲۲)

علی سردار جعفری کو بہت رنج ہے کہ ہمارے محنت کش ہاتھ جن میں کسان، مزدور، قلم کار اور دستکاروں کے ہاتھ بیکار پڑے ہیں۔ بھوک اور افلاس لوگوں کا مقدر بن چکی ہے۔ جس سے ایشیا کا چہرہ اداس ہے۔ انسان کے تسلسل میں حیاتیاتی عمل کار فرما ہے۔ بیکار ہاتھوں سے تو کچھ بھی ممکن نہیں ہے۔ انسانی عظمت اسی میں ہے کہ زندگی کا تسلسل کبھی ختم نہ ہو۔ اسلامی ممالک برما، ملایا، ایران، شام، لبنان، مصر، ترکی اور یمن کی صنعت و زراعت کا ذکر کرتے ہیں کہ الائچی، زعفران، انگور، کوئلہ، ٹین، تیل، چاول، ربڑ اور کپاس کی چاندی سے مالا مال ہے۔ ہمارے کسان، مزدور، موچی، دھوبی، کمہار اور لوہار سب کی محنت کا پھل تم ہی کھا رہے ہو۔ ہماری آنکھیں جل رہی ہیں اور مزے تم اٹھا رہے ہو۔ علی سردار جعفری انسانیت کو تمام چیزوں پر فوقیت دیتے ہیں اور سچائی کا سامنا کرنے پر اکساتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں انسانی ہاتھوں کی تعظیم کرو جو محنت کرتے ہیں ان کی محنت کا پھل کوئی اور لے جاتا ہے۔ ڈاکٹر رفیعہ شبنم لکھتی ہیں:

> ''سردار جعفری نہ صرف انقلاب پسند ہیں بلکہ عملی طور پر انقلابی ہیں۔ ان کے لہجے میں تلوار کی کاٹ، لفظوں میں شعلوں کی لپک اور آواز میں پہاڑوں کی گونج ہے۔ کیوں کہ وہ کبھی سرمایہ داروں سے مخاطب ہوتے ہیں۔ کبھی برطانوی سامراجیوں سے، کبھی مغرب کے آقاؤں سے اور کبھی ظلم و جبر کے خداؤں سے ---- ہر جگہ ان بے باک اور دبنگ لہجہ پہچانا جا سکتا ہے۔'' (۲۳)

شاعر نے ایشیا کے رہنے والو کو ان کی غیرت کا احساس دلایا ہے کہ اپنی غیرت کو بچالو جس کی عصمت دری فرانسیسی اور امریکی اور برطانوی کر رہے ہیں۔ اور غداری چھوڑ کے محبِ وطن بن جاؤ۔ آپ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

کہاں ہو اے ایشیا کے بیٹو

تمھاری ماں اور اس کی عصمت
فرانس، امریکہ اور برطانیہ کے چکلوں میں بک رہی ہے
تمھارے اپنے ہی گھر کے غدار آج، لال بن گئے ہیں
وہ کون ہیں ؟ ان کے نام کیا ہیں ؟
وہ ملک و قوم و وطن کے غدّار عہدِ حاضر کے میر جعفر
میں ان کمینوں کے گندے ناموں کی گندی فہرست کیوں گناؤں
کہ تم انھیں خوب جانتے ہو
میں ان کے ناپاک نام سے اپنے فن کی پاکیزگی کو ناپاک کیوں کروں گا (۲۴)

علی سردار جعفری کا ذہن رومان پرور اور انقلاب پسند تھا اور ایک انقلاب پسند انسان ہر کس و ناکس کی خوشامد کرنا نہیں بلکہ سچ بولنا ہوتا ہے۔ اس لیے سردار جعفری تمام انسانوں کو غفلت کی نیند سے بیدار کر کے ان کے سوئے ہوئے ضمیر کو جگاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایشیا کے بیٹو اب غفلت کی نیند سے بیدار ہو جاؤ اور اپنے حق کی خاطر آواز بلند کرو۔ بغاوت کا علم بلند کرو۔ اپنی انقلابی شاعری کے جرم میں کئی بار سردار جعفری کو برطانوی حکومت کے ظلم و ستم سہنے پڑے۔ جیل کی اذیت بار بار برداشت کرنا پڑی۔ لیکن آپ نے ہمیشہ سچ کو سچ اور جھوٹ کو جھوٹ ہی کہا۔ آپ کی شاعری بیدار ذہن اور بیدار احساس کی شاعری ہے۔ آپ کی شاعری آہ و بکا کی شاعری نہیں بلکہ افلاس، جہالت، درندگی، جارحیت اور غلاظت کے خلاف جدوجہد ہے۔ ڈاکٹر شمیم لکھتی ہیں :

> ”سردار کی شاعری نالہ و بکا، آہ و فریاد نہیں بلکہ تاریکی، افلاس، درندگی اور غلاظت کے خلاف جدوجہد ہے۔ بالفاظِ دیگر ان کے یہاں "قنوطیت" نہیں "رجائیت" ہے۔ اور جہاں رجائیت موجود ہو وہیں "فریاد"، "للکار" بن جایا کرتی ہے۔ ایک ایسی للکار جس میں شاندار مستقبل کی بشارت کے ستارے جگمگاتے نظر آئیں گے۔“ (۲۵)

علی سردار جعفری کی شاعری میں للکار ہے جو ایشیا کے بیٹو کے لیے ہے۔ ایشیا کے بیٹے آپ کی للکار پر اٹھیں اور علم بغاوت بلند کریں تاکہ ایشیا کے لوگوں کو خود مختاری اور آزادی کی زندگی ملے۔ آپ لکھتے ہیں :

اُٹھو اُٹھو ایشیا کے بیٹو
پہاڑ کی چوٹیوں سے اُترو
زمیں کی گہرائیوں سے نکلو
ملوں کے پہیوں کو چھوڑ کر اس سڑک پہ آؤ
جہاں میں اک سرخ رنگ جھنڈے کے ٹھنڈے سائے میں گا رہا ہوں (۲۶)

آپ کی للکار پر ایشیا کے بیٹے شہر، شہر اور گاؤں، گاؤں علمِ بغاوت بلند کر رہے ہیں۔ چین کے انقلاب نے ایشیا کو بھی تقویت پہنچائی۔ انسان کائنات کی سب سے اعلیٰ تخلیق ہے اور انسان ہارنے کے لیے نہیں بنا ہے۔ انسان کی عزت اور غیرت کائنات کی ہر چیز سے افضل ہے۔ وہ پکارتے ہیں کہ "تہذیب و تمدن" کی روشنی لے کے آنے والو تم کہاں ہو۔ ایشیا کو جو انعام (ہیضہ، قے، طاعون کی گلٹی، جسم کے آبلے) کے طور پر ملا ہے۔ کوڑے مار مار کے تمھارے جسم چھلنی ہیں۔ پھانسیاں لٹکتی لاشیں اور جیل خانوں میں بند انسان جن کی آنکھوں کی پتلیاں خون اا ور پیپ بہا رہی ہیں۔ یہ سب ظلم کب تک سہو گے اب جاگو اور ظلم کے خلاف آواز بلند کرو۔ تمھاری شاہانہ یادگاروں سے اب بھی سارے ایشیا کا کونہ کونہ بھرا پڑا ہے۔ نند کشور وکرم "پیش لفظ" میں لکھتے ہیں:

> "سردار جعفری ایک عظیم المرتبت شاعر تھے۔ ان کی شاعری ترقی پسند نظریات، انسان دوستی، کلاسیکی اقدار، فرقہ وارانہ ہم آہنگی اور عالمی بھائی چارے کا ایک ایسا امتزاج ہے جس نے انھیں اس دور کا ایک ایسا آفاقی شاعر بنا دیا ہے جسے اُردو ادب کبھی فراموش نہیں کر سکے گا۔" (۲۷)

شاعر نے بتایا ہے صبح انقلاب آ پہنچی ہے۔ ایشیا کے نوجوان گاؤں گاؤں شہر شہر بغاوتیں کر رہے ہیں۔ انھیں اپنی غیرت کو جگانا ہو گا اور اپنی ماؤں کو بھی ساتھ دینے پر آمادہ کیا ہے:

اُٹھو میری ماں تمھاری بیٹی مری نہیں ہے
وہ زخمی ہاتھوں میں سب سے آگے
جلوس میں اک سُرخ جھنڈا لیے کھڑی ہے

اُٹھو مری ماں
تم اپنے سر کے سفید بالوں کی چاندنی سے
اندھیری راتوں میں نور بھر دو
وطن کے سینے کو جگمگا دو
تمھارے ہاتھوں کی جھریاں مسکرا رہی ہیں
مری شریف و غیور ماں اپنا مرمریں ہاتھ اپنے بیٹوں کے سر پہ رکھ دو
ہم آخری جنگ لڑنے میداں میں جا رہے ہیں
تمھاری آنکھوں میں اشک ہاتھوں کی جھریاں مسکرا رہی ہیں (۲۸)

نظم کا مطالعہ کرنے سے ایک احساس بیدار ہوتا ہے اور آنکھوں میں ایشیا کی تاریخ کی جھلک آ جاتی ہے۔ ایشیا کی ساری تہذیب و تاریخ اس انداز میں پیش کی گئی ہے کہ پڑھتے ہوئے ہی انسان کی سوچ شاعرانہ سوچ کی گرفت میں آ جاتی ہے۔ اس سے شاعر کا شعری نقطہ نظر اور وسعتِ خیال بھی واضح ہوتی ہے۔ اس نظم کے بارے میں لکھا ہے:

> ''ایشیا جاگ اُٹھا'' جس پائے کی نظم ہے اس کا سرسری مطالعہ ایک عجب رومانی اور وجدانی کیفیت میں مبتلا کر دیتا ہے۔ پوری انسانی تاریخ و تہذیب ذہن میں گونجنے لگتی ہے اور محنت و آدمیت کا سرور آنکھوں میں رقص کرنے لگتا ہے۔'' (۲۹)

تاریخی ادراک نے اس نظم کی سطح کو اوپر اُٹھایا ہے اور آہ و فغاں کو سنگلاخ تاریخی منطق میں ڈھال کر جذبات کا لپکتا ہوا شعلہ بنا دیا ہے۔ شاعر کہتے ہیں کہ آزادی کی تحریک میں شامل ہونے والوں کا قافلہ جہاں سے بھی گزرتا ہے وہاں ان کے بڑھتے قدم دیکھ کے پہاڑ بھی اپنا سر جھکا دیتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:

گزر رہے ہیں قافلے، یار صبح و شام سے
پہاڑ اپنا سر جھکا رہے ہیں احترام سے
دہل رہی ہے موت نو حیات تیز گام سے
نقوشِ پا سے کتنے مورچے بنا رہے ہیں ہم
قدم بڑھا رہے ہیں ہم (۳۰)

اس نظم میں علی سردار جعفری نے ہندوستان میں انسانوں کے ساتھ ہونے والی ناانصافیوں اور ظلم و ستم کا بہت عمدگی سے نقشہ پیش کیا ہے۔ اس وقت کے ہندوستان کی حقیقی بھیانک تصویر کا عکس دکھایا ہے۔ یہ نظم ایک دلیرانہ احتجاج ہے، اس ظلم کے خلاف جو انسانوں نے انسانوں کے خلاف روا رکھا ہے۔ اور دوسری طرف اس نظم میں درندگی کو ختم کرنے اور پُر امن، حسین اور آزاد دنیا قائم کرنے پر اکسایا گیا ہے۔ یہ نظم ہمیں تخلیقی عمل پر آمادہ کرتی ہے اور حالات کو بدلنے اور بہتر زندگی کی تحصیل پر راغب کرتی ہے۔ راشد آزر "سردار جعفری کی طویل نظم" کے مقالہ میں لکھتے ہیں:

> ''جس سماج نے انسان کو درندہ بنا دیا ہے اور جس تہذیب نے اس درندگی کی پشت پناہی کی ہے اس کی تصویر ایسی کھینچی ہے کہ وہ اپنی برہنہ شکل میں ہمارے سامنے آ جاتی ہے۔ اگر اس کے بعد بھی ہم اس نظم کی افادیت سے انکار کریں تو اپنے آپ کو دنیا کی نظروں میں حقیر کر لیں گے۔'' (۳۱)

علی سردار جعفری کی بغاوت بھی ان کی انسانیت سے محبت کی علامت ہے کیوں کہ جن باتوں سے وہ بغاوت کرتے ہیں ان باتوں نے ہی انسان کو مظلوم و مجبور بنایا ہے۔ اور ان سے باعزت زندگی گزارنے کا حق بھی چھینا ہے۔

سردار جعفری کی یہ طویل نظم ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس میں سامراجی قوتوں کے ظلم کی طویل داستان اور اہل ایشیا کے صبر و استقلال محنت، اپنی مٹی سے پیار اور افلاس کی تصویریں پیش کی ہیں جو ظالم یہ سمجھتے تھے کہ یہ تہذیب ان کی دین ہے ان کو صدیوں پرانی تہذیب کے آئینے میں بتایا ہے کہ یہ سب ایشیا کی تاریخی وراثت ہے۔ سارا ایشیا انھیں اپنا گھر نظر آتا ہے اسی لیے مغربی سامراجیت اور سرمایہ داری کو آپ نے للکارا ہے۔ ایشیا جاگ اٹھا ایک بھرپور اور زندہ نظم ہے اور سردار جعفری پیکر تراشی کے ماہر فنکار تھے۔

حوالہ جات

۱۔ ڈاکٹر شیمہ رضوی، ”علی سردار جعفری ایک عہد ساز شخصیت“، مشمولہ: سہ ماہی نخلستان، مدیر: ملکہ نسیم (جے پور: راجستھان اردو اکادمی، جولائی تا دسمبر ۲۰۰۰ء)، ص ۴۶۔

۲۔ ایضاً، ص ۴۶۔

۳۔ پروفیسر علی احمد فاطمی، علی سردار جعفری حیات اور تخلیقی جہات (نئی دہلی: پبلی کیشنز ڈویژن، ۲۰۱۶ء)، ص ۸۔

۴۔ ڈاکٹر شیمہ رضوی، علی سردار جعفری ایک عہد ساز شخصیت، ص ۴۷۔

۵۔ محمد ایوب واقف، علی سردار جعفری: شخصیت اور شاعری (لکھنو: ادارہ فروغِ اردو)، ص ۱۰۹:۱۰۸۔

۶۔ علی سردار جعفری، ایشیا جاگ اُٹھا، ص ۶۔

۷۔ ایضاً، ص ۷۔

۸۔ ایضاً، ص ۴۹۔

۹۔ ایضاً، ص ۷۔

۱۰۔ محمد حسین پرکار، ”سردار جعفری اور ان کی تین نظمیں“، مشمولہ: پروفیسر عبدالستار دلوی، علی سردار جعفری (شخص، شاعر اور ادیب) (پونے: پربھارت پرنٹنگ پریس، ۲۰۰۲ء)، ص ۳۱۳۔

۱۱۔ علی سردار جعفری، ایشیا جاگ اُٹھا، ص ۹۔

۱۲۔ ڈاکٹر سلطان احمد، ”علی سردار جعفری: شخصیت اور فن کے آئینے میں“، مشمولہ: سردار جعفری شخصیت اور فن، مرتبہ: اصغر عباس (علی گڑھ: شعبہ اردو علی گڑھ یونیورسٹی، ۲۰۰۲ء)، ص ۲۵۸۔

۱۳۔ علی سردار جعفری، ایشیا جاگ اُٹھا، ص ۱۱۔

۱۴۔ ایضاً، ص ۱۳۔

۱۵۔ ایضاً، ص ۴۹۔

۱۶۔ ایضاً، ص ۱۳۔

۱۷۔ ایضاً، ص ۱۵۔

۱۸۔ ڈاکٹر شمیم رضوی، علی سردار جعفری ایک عہد ساز شخصیت، ص ۱۷:۲۰۔

۱۹۔ علی احمد فاطمی، علی سردار جعفری حیات اور تخلیقی جہات (علی سردار جعفری کی نظم نگاری) (نئی دہلی: پبلی کیشنز ڈویژن، س۔ن)، ص ۴۴۔

۲۰۔ علی سردار جعفری، ایشیا جاگ اُٹھا، ص ۲۴۔

۲۱۔ ایضاً، ص ۲۹۔

۲۲۔ ایضاً، ص ۳۰۔

۲۳۔ ڈاکٹر رفعیہ شمیم عابدی، علی سردار جعفری شخصیت و ادبی خدمات (نئی دہلی: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، بار دوم، اپریل ۱۹۹۳ء)، ص ۸۵۔

۲۴۔ علی سردار جعفری، ایشیا جاگ اُٹھا، ص ۳۱۔

۲۵۔ ڈاکٹر شمیم رضوی، علی سردار جعفری ایک عہد ساز شخصیت، ص ۴۷۔

۲۶۔ علی سردار جعفری، ایشیا جاگ اُٹھا، ص ۳۶:۳۷۔

۲۷۔ نند کشور وِکرم، "پیش لفظ"، مشمولہ: عالمی اردو ادب (سردار جعفری نمبر)، مدیر: نند کشور وِکرم (دہلی: جے ۶ کرشن نگر، جلد نمبر ۱۹، ۲۰۰۱ء)، ص ۱۴۔

۲۸۔ علی سردار جعفری، ایشیا جاگ اُٹھا، ص ۴۰۔

۲۹۔ علی احمد فاطمی، علی سردار جعفری حیات اور تخلیقی جہات، ص ۵۹۔

۳۰۔ علی سردار جعفری، ایشیا جاگ اُٹھا، ص ۴۸۔

۳۱۔ راشد آزر، "سردار جعفری کی طویل نظم"، مشمولہ: پروفیسر عبدالستار دلوی، علی سردار جعفری(شخص، شاعر اور ادیب) (پونے: پر بھارت پرنٹنگ پریس، ۲۰۰۲ء)، ص ۳۳۸۔